بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدًا ومصليًا ومسلّمًا

(۱)......اگر کسی نے گناہِ کبیرہ کرلیا تو توبہ کرنے سے وہ گناہ معاف ہوجائے گا، اس کے لیے حد کا جاری ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر کسی نے ایسا گناہ کرلیا جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوئی ہو جیسے چوری وغیرہ تو اس وقت صاحب حق سے معاف کرانا یا اس کا حق ادا کرنا ضروری ہوگا، اس کے بغیر توبہ مکمل نہیں ہوگی۔

لمافی الدر المختار ٤/٤

وليس مطهرا عندنا بل المطهر التوبة۔

وفی الشامية تحته:

الظاهر أنها لا تسقط الحد الثابت عند الحاكم بعد الرفع إليه أما قبله فيسقط الحد بالتوبة حتى في قطاع الطريق سواء كان قبل جنايتهم عل نفس أو عضو أو مال أو كان بعد شيء من ذلك كما سيأتي في بابه وبه صرح في البحر هنا خلافا لما في النهر نعم يبقى عليهم حق العبد من القصاص إن قتلوا والضمان إن أخذوا المال وقول البحر والقطع إن أخذوا المال سبق قلم وصوابه والضمان۔

وفی البحر الرائق ٦/٥

والحاصل أن الواجب على العاصي في نفس الأمر التوبة فيما بينه وبين الله تعالى والإنابة

وفی الهندية ١٤٣/٢

وحكمه الأصلي الانزجار عما يتضرر به العباد وصيانة دار الإسلام عن الفساد والطهر من الذنب ليست بحكم أصلي لإقامة الحد لأنها تحصل بالتوبة لا بإقامة الحد۔

(۲)......تبلیغ سے منسلک حضرات کا یہ جملہ کہ ''دین طلب سے آتا ہے'' درست ہے کیونکہ ایک آیتِ مبارکہ میں ہے ''ویہدی الیہ من ینیب'' کہ اللہ تعالی ہدایت دیتے ہیں اس شخص کو جو اس کی طرف رجوع کرے، مذکورہ آیت مبارکہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین کے لیے طلب ضروری ہے، باقی رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ سو انہوں نے بھی طلب کی تھی جیسا کہ ان کے اسلام لانے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی بہن سے فرمایا تھا کہ مجھے بھی وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں، اپنی اس طلب کی وجہ سے وہ مشرف باسلام ہوئے،

اور شخصِ مذکور کا یہ کہنا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقدر سے ملتا ہے درست نہیں، بلکہ دین بھی محنت سے آتا ہے، حضرت ابو طالب کی اپنی طلب اور محنت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی۔

یہ جملہ کہ دنیا مقدر سے ملتی ہے درست ہے، لیکن اس سے اسباب اختیار کرنے کی نفی کرنا درست نہیں بلکہ اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں۔

كما فی التفسیر المظهری ۱۹/۵

قـولـه انـلزمكموها : اى نلزمكم على الاهتداء بها اى بالبية او الرحمة و نجبركم على قبولها وانتم لها كارهون اى لاتريدونها

وفی روح المعانی ٦/ ٢٤٠

وأنتم لها كارهون أى لا تختارونها ولا تتأملون فيها

و فی صحيح البخاری باب قصة ابی طالب رقم الحديث ٣٨٨٤

ان ابـاطـالـب لما حضرته الوفاة دخل عليه النبى ﷺ و عنده ابو جهل فقال اى عم قل لا اله الا اله كـلـمة ااج لك بهـا عـنـدا لـلـه فـقـال ابـو جـهـل وعبـدالله بن ابى امية يا اباطالب ترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزالا يكلمانه حتى قال آخر شئى كلمهم به على ملة عبدالمطلب

وفی التفسير المنير ٣٢٧/٦

مـامـن نـوع مـن انـواع دواب الارض او البـحـر او الـجـو الا على الله رزقها و معيشتها و غذائها المناسب لها المعد لطعامها بعد البحث والحركة والعمل

وفی روح المعانی ٦/ ٢٠٣

و لا يمنع من التوكل مباشرة الاسباب مع العلم بانه سبحانه المسبب لها

(۳) صورتِ مسئولہ میں شخصِ مذکور کا یہ کہنا کہ ''تراویح پڑھنا لازمی نہیں'' درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تراویح کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے۔

اور اسی طرح یہ کہنا کہ ''یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت ہیں جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت نہیں'' بھی درست نہیں، بلکہ تراویح آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، البتہ آنحضرت ﷺ نے اس کی جماعت ''فرض ہوجانے کے اندیشہ سے'' ترک فرمادی تھی، اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی انفرادا پڑھی جاتی تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب یہ اندیشہ ختم ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو ایک امام کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور یہ عمل تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی موجودگی میں ہوا، کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا، تو یہ اجماع ہوا جو بذاتِ خود ایک مستقل دلیل ہے۔

لمافی مشكوة المصابيح باب قيام شهر رمضان ،١١٤

عن زيد بن ثابت رضى الله عنه ان النبى ﷺ اتخذ حجرة فى المسجد من حصير فصلى فيها ليالى حتى اجتمع عليه ناس ثم فقدوا صوته ليلة و ظنوا انه قد نام فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج اليهم فقال مازال بكم الذى رأيت من صنيعكم حتى خشيت ان يكتب عليكم و لو كتب عليكم ما قمتم به فصلوا ايها الناس فى بيوتكم۔

وفيه ايضا ١١٤

و عن ابی هريرة قال كان رسول الله ﷺ يرغب فی قيام رمضان من غير ان يامر هم فيه بعزيمة فيقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه فتوفی رسول الله ﷺ والامر علی ذلك ثم كان الامر علی ذلك فی خلافة ابی بكر و صدرا من خلافة عمر علی ذلك ـ

وفی المرقاة ۳/۳۷۰

والأمر علی ذلك أی التفرق وعدم الجماعة الذی كان فی زمنه عليه الصلاة والسلام يعنی كانوا يصلون التراويح منفردين بعضهم فی بيوتهم وبعضهم فی المسجد إما لكونهم معتكفين أو لأنهم من أهل الصفة المنفردين أو لأنهم فی البيت ما يشغلهم عن العبادة فيكونون فی المسجد من المغتنمين فلا مخالفة لما تقدم من أمره عليه الصلاة والسلام إياهم بصلاة التراويح فی بيوتهم ثم كان الأمر علی ذلك أی علی وفق زمانه عليه الصلاة والسلام فی خلافة أبی بكر أی جميع زمانها وصدرا من خلافة عمر أی فی أول خلافته۔

وفی الدر المختار ۲/۴۳

التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء ـ

وفی البحر الرائق ۲/۱۱۷

وحكی غير واحد الإجماع علی سنيتها وقد سنها رسول الله صلی الله عليه وسلم وندبنا إليها وأقامها فی بعض الليالی ثم تركها خشية أن تكتب علی أمته كما ثبت ذلك فی الصحيحين وغيرهما ثم وقعت المواظبة عليها فی أثناء خلافة عمر رضی الله عنه ووافقه علی ذلك عامة الصحابة.................................. والله تعالیٰ أعلم بالصواب

محمد اویس عفی عنہ

محمد اویس عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۴۳۰/۱۲/۶ھ

الجواب صحیح

۱۴۳۰/۱۲/۶ھ

الجواب صحیح

نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۴۳۰/۱۲/۶ھ

نوٹ: ایک استفتاء میں صرف تین سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے